The Crucifixion of Jesus Christ

By

The Late Allama Akbar Mashi

جو پہلے رسالہ تجلی میں چھپا اور

جس کو اب مناسب ترمیم وتنسیخ کے بعد

اُخوت اندریاسیہ پنجاب لاہور نے شائع کیا

۱۹۳۲

Urdu

October 08,2008

To view the Arabic text, you need to have the Traditional Arabic font on your computer.

قرآنی آیات کو بہتر طورپر دیکھنے کے لئے آپ کو عربیک ٹریڈیشنل فونٹ کو ڈاؤن لوڈ کرنا ضروری ہوگا۔

The Late Allama Akbar Mashi

سیدنا عیسی کی صلیبی موت

مصنفہ

سلطان القلم جناب اکبر مسیح صاحب مرحوم

www.noor-ul-huda
www.muhammadanism.org/urdu

سیدنا مسیح کی صلیبی موت

سیدنا مسیح کی صلیبی موت ان چند مسائل میں سے ہے جن کی نسبت عیسائیوں اورمسلمانوں نے عموماً فرض کررکھا ہے کہ وہ عیسویت اوراسلام کے درمیان اس درجہ میں اختلافی ہیں کہ ان میں توافق ممکن نہیں۔ انجیل شریف میں تو صاف صاف لکھاہوا ہے کہ سیدنا مسیح کو صلیب دیا گیا اورصلیب کے اوپر آپ کی موت واقع ہوئی اورعیسائیوں کا ایمان بھی یہی ہے کہ" وہ صلیب پر کھینچے گئے دفن ہوئے ۔ تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھے اورآسمان پر تشریف لے گئے "۔ اورقرآن میں یوں لکھا ہے ماقتلو وما صلبوہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا اورانہوں نے اس کو صلیب پر نہیں دیاتوبادی النظر میں یہ بات صاف ہوگئی کہ جس واقعہ کاانجیل شریف نے اثبات کیا اسی کا قرآن نے انکارکیا۔

اب مشکل یہ ہے کہ سیدنا مسیح کامصلوب ہونا ایک ایسا واقعہ ہے جو نہ صرف انجیل کی تاریخ میں مذکورہوا بلکہ تاریخ دنیا میں درج ہوگیا۔ رومیوں نے جن کے حکم سے آپ کو صلیب دی گئی اس حادثے کو قلم بند کر رکھا ۔یہودیوں نے جن کی کوششوں کے نتیجے میں آپ کو صلیب ہوئی فخر یہ اس کو بیان کیا۔ پس صلیب کا واقعہ ایک ایسی حقیقت ٹھہری کہ اگرانجیل نہ بھی موجود ہوتی توتاریخ دنیا اس پر شاہد رہتی اورکوئی اس سے انکار نہ کرسکتا۔ لیکن اب جو انجیل میں بھی اس کا ذکر ہوا توبجائے ایک شہادت کے اس واقعہ پر دو شہادتیں موجود ہوگئیں۔ اوریہ دونوں شہادتیں یعنی یعنی چشم دید اورہم عصر شہادتیں ہیں جن کو کوئی بھی نہ مقبول نہیں کرسکتا۔ پس اگر قرآن چھ سو برس بعد آکر ایسے مسلمہ وقوعہ سے انکارکرے تو اس انکار میں جو خطرہ ہے وہ خود اس کو اٹھانا پڑیگا۔ اوراس کی حالت مرزا حیرت سے بھی بدتر ہوگی جوکربلا کے عظیم ترین حادثے کاانکارکرکے لوگوں کو اپنے اوپر ہنسارہے ہیں ۔ بعض اوقات تو محض دینی ہوتے ہیں اوربعض اوقات محض دنیوی اوربعض دینی اور دنیوی دونوں۔ سیدنا مسیح کی صلیبی موت اس آخری قسم کا واقعہ ہے اوراس پر دونوں قسم کی شہادتیں موجود ہیں۔ یہ محض دینی واقعہ نہیں جس کی نسبت دنیاوی شہادت

ساکت ہو۔ جس پر محض دینی شہادت قابل قبول ہو۔پس اگرایك دم کے لئے یہ مان لیا جائے کہ قرآن شریف نے فی الحقیقت تصلیب وموت مسیح کاانکار کیا ہے تو لاریب یہ کرکے اس نے نہ صرف دنیاوی تاریخ سے اوروہ بھی ہم عصر تاریخ سے بلکہ دینی تاریخ سے یعنی تاریخ انجیل سے بھی لڑائی مول لی۔ اسی انجیل سے جس کی صداقت اس نے بڑی خندہ پیشانی سےتسلیم کرلی ہے۔ یہ ایك مشکل ہے جس کو ہر فہمیدہ شخص محسوس کرسکتا ہے ۔ جس کی نگاہ میں تاریخ کی کہ جوسنت اللہ کاایك دوامی دفتر ہے کچھ بھی وقعت ہے بالخصوص ایسا شخص جو قرآن شریف کی صداقت کے لئے غیرت مند ہے۔

ہاں ایسے لوگ جو بالکل مذہبی خیالات میں اتنا غفیل ہورہے ہیں جن کوآج تک اس کی بھر پروانہیں کہ زمین گول ہے یا چپٹی ۔ متحرك ہے یا ساکن ۔آیا آفتاب کوئی طشت یاقاب ہے جوکسی دلدل میں سے اچھلتا اورکسی دلدل میں جا ڈوبتا ہے جوآج تك قاف کومحیط عالم مانتے ہیں اورچاند کی بڑھیا کواس وقت تك چرغہ کاتتے دیکھتے ہیں ۔ایسے لوگوں کے لئے برابر ہے کہ سکندر کے سر پر بیل سے دوسینگ تھے یا نہیں تھے انکی بلا سے مسیح کو صلیب ہوئی یا طیطانوس مسخ ہوکرمسیح کی شکل بن گیا۔ ان فہمیدہ لوگوں میں سے جنہوں نے کسی بات پر کبھی غوروخوض کیا اورجنہوں نے مسلمان ہوکربلکہ غیرت مند مسلمان ہوکر دین کی باتوں پر فکر کی اوراپنی وسعت نظر کے باعث فکر کرنے پر مجبورہوئے۔ ان میں سے ہمارے زمانے میں ایك سرسید احمد بھی تھے۔اور چونکہ آپ حسب ارشاد قرآن شریف انجیل مقدس کوبھی برحق جانتے تھے اورتاریخ دنیاپر بھی نظر ڈالے ہوئے تھے اور قرآن کے مقولے کو بھی حق مانتے تھے۔ پس وہ یہ نہیں کہہ سکے کہ قرآن نے واقعہ صلیب کا انکار کیا کیونکہ اگروہ ایسا کرتے تو ان کو معلوم تھا کہ اس انکارکا اثبات ممکن نہیں۔ اوربڑی بات یہ تھی کہ ان کو جگت ہنسائی کی شرم تھی۔ پس شعور کی بات ان کو یہی سوجھی کہ جس آیت سے لوگ انکار صلیب سمجھتے ہیں اس کے سمجھنے میں ان کو دھوکا ہوا۔ قرآن شریف کی شان سے بعید تھا کہ ایسے مسلمہ امرکا انکارکردیتا ۔ پس انہوں نے واقعہ

صلیب کی حقیقت کو تسلیم کرکے آیت قرآن کی ایسی تاویل ڈھونڈھی جس سے قرآن شریف کے اوپر سے ناواقفیت اورجہالت کا یہ الزام دفع ہو کہ اس نے حقیقت الامر کا انکار کیا۔ اپنے خیالات سرسید نے اپنی تفسیر قرآن میں درج کردئیے ہیں ۔ مگر سرسید کا شمار ان محققین میں ہے جن کو اپنی بد قسمتی سے مسلمان مقلدین کا گروہ ان کے جیتے جی بدعتی یا کافر سمجھا گیا کیونکہ یہ معقول کو منقول پر مقدم سمجھتے تھے۔

ایک دوسرے مولوی صاحب ہیں محمد احسن صاحب امروہی۔ پرانی وضع کے کھرے مسلمان۔ تصوف میں رنگے ہوئے ۔ منقول پر فدا معقول میں کم دخل دینے والے ۔ آپ نے فارسی زبان میں عربی کی مشہور کتاب تصوف فصوص الحکم پر ایک مبسوط شرح لکھی ہے اوراس کے باب قص کالمه العیسویه میں واقعه صلیب پر اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں۔آپ نے بھی آیه کریمه کی ایسی تاویل کی ہے جس سے واقعه صلیب مندرجه انجیل مقدس کے حرف حرف سے قرآن شریف مطابق ہوجاتا ہے اس میں آپ نے دکھلایا ہے که جس طرح انجیل شریف کی تعلیم ہے که حضرت مسیح صلیب دئے گئے صلیب پرآپ کی وفات ہوئی پھر آپ دفن کئے گئے ۔ پھر تیسرے دن زنده ہوکر اپنے لوگوں سے ملے ۔پھر چالیس روزتک ان کے ساتھ قیام کیا اور آسمان پر تشریف لے گئے ۔اسی طرح بجنسه قرآن شریف کی بھی تعلیم ہے اورآیت انی متوفیك وارفعك انی کے مفہوم میں یه سب کچھ داخل ہے۔ ناظرین مولوی صاحب ممحدوح کی بحث کو ان کی کتاب میں پڑھ سکتے ہیں ان کی عبارت کتاب ینابیع الاسلام مطبوعه پنجاب رلیجئس بک سوسائٹی لاہور) میں بھی درج کی گئی ہے۔

خیر یه لوگ تو زیاده سمجھ کی باتیں کرنے والے تھے اگراس نکتے پر پہنچے تو تعجب کی بات نہیں مگر بڑا تعجب یه ہے که ہمارے زمانے کا ایک شخص جو اپنی نامعقولیت میں فرد مشہور ہے اورہر سیدھی بات کا دشمن اورایسا بدنام که اگر بھولے سے بھی کوئی سچی بات اپنے منه سے نکال دیتے تو وه بھی مشتبه ہوجائے۔ جو ہندو مسلمان اور عیسائیوں کو ہمیشه دشمنی وعناد کے کوچوں سے آشنا کرتا

رہتا ہے اورسید کو برا کہتا ہے کیونکہ وہ اس کو پاگل جانتے تھے ۔ ایسا شحص بھی سرسید کا آنش کھانا اپنے لئے فخر سمجھا اوران کی تحقیق سے فائدہ اٹھا کر اقرار کرنے پر مجبور ہوا کہ مسیح کو واقعی صلیب دی گئی تھی اورقرآن کی آیت کے وہ معنی نہیں جو مسلمان سمجھے ہوئے ہیں مگر افسوس اس سچ کہنے میں بھی اس کی نیت بدنکلی جیسی امیر معاویہ کونماز کے لئے جگادینے والے کی۔

مسلمانوں میں ایک اور صاحب گذرے ہیں چراغ الدین نامی جموں کے رہنے والے انہوں نے بھی اپنے رسالہ منارہ المسیح میں آیتہ ماقتلو وما صلبو کی ایک ایسی تفسیر کی ہے جو انجیل شریف کے بیان سے مخالف نہیں۔ مثل سرسید مرحوم کے آپ بھی قائل تھے اور اپنا فرض سمجھتے تھے کہ قرآن شریف کے بیان کو خدا کے کلام سابق کے بیان سے موافق کریں۔ کیونکہ ان کی عقل میں یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ خدا کا بعض کلام اس کے بعض کلام سے مخالف ہوسکتا ہے۔ ان کی کتاب میں یہ بحث مفصل ہے۔

ابھی تک توہم نے صرف مسلمانوں کا ذکر کیا جنہوں نے آیت متنازعہ کی تفسیر انجیل شریف کے بیان کے مطابق کرنا چاہی۔ مگران سب لوگوں سے پیشتر ایک عیسائی بزرگ گذرے ہیں جنہوں نے بائبل مقدس کے ساتھ قرآن شریف کو بھی مان لیا تھا اورجب عیسائی کی طرف سے اعتراض ہواکہ قرآن کیسے ہوسکتا ہے درآنحالیکہ اس میں ایک ایسے اہم تاریخی واقعہ کا صریح انکارکیا گیا۔ انجیل اورتاریخ دنیا کی مخالفت کرکے قرآن کے حق اور مسیح ہونے کی گنجائش کہاں رہی؟ انہوں نے قرآن کی حمایت میں اس آیت کی ایک تفسیر کی۔ اس بزرگ کا نام خرسطفورس جبارہ الدمشقی ہے۔ مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے اس امر میں انجیل وقرآن کو ہم زبان کرنا چاہا وہ سب انہیں کے خوشہ چین ہیں۔

اب ہم اس مسئلہ پر اپنے خیالات ظاہر کرتے ہیں ۔ قرآن شریف سورہ نساء ع ۲۲ میں جو آیات اس مضمون پر وارد ہیں ان میں مخاطب یہود ہیں اورسوائے ان کے غیر نہیں ۔ عیسائیوں کا یہاں نہ کوئی ذکر ہے نہ اشارہ ۔ دوامور

غور طلب ہیں واقعہ صلیب ایک جدا امر ہے اوریہ امر بالکل جدا کہ کس نے صلیب دی اورکیونکر۔ اگر کوئی پہلے واقعہ کا انکار کرے تو دوسرے امرکا انکار لازم ہوجاتا ہے ۔ برخلاف اس کے اگر کوئی دوسرے امرکا انکار کرے تو پہلے واقعہ کا انکار لازم نہیں آتا ان آیات میں جہاں تک ہم غور کرتے ہیں۔ دوسرے امر کا انکار کیا اور وہ بھی صریحاً بمخالفت یہود۔ مسلمانوں نے غلطی سے اس انکارکو اصل واقعہ کا انکار تصورکیا۔

پہلا واقعہ ایسا ہے جس پر یہود اورانصارا ے ہمیشہ سے متفق چلے آئے بلکہ غیر اہل کتاب یعنی رومی مورخ بھی اس کی تصدیق کرتے آئے ہیں اورہماری دانست میں اس واقعہ کا قرآن شریف نے بھی انکار نہیں کیا۔ دوسرے واقعہ میں یہودی اورعیسائی مختلف ہیں اور جب قرآن شریف نے یہودیوں کے دعوے کی تکذیب کی توگویا عیسائیوں کے دعوے کی تصدیق کی۔ ورنہ اگر تصدیق منظورنہ ہوتی تو جس طرح یہودیوں سے مخاطب ہوکریہ کہا ۔ عیسائیوں کو مخاطب بناکران کی بھی تکذیب کردی جاتی۔

اگر بزعم اہل اسلام قرآن شریف کو واقعہ صلیب کا انکار منظور تھا اوریہ امر سب کو معلوم تھاکہ نصاریٰ کا اعتقاد موت مسیح کی بابت کیا تھا۔ توبجائے یہود کے زیادہ سزا وارمخاطبت کے نصاری، ہوتے اورصاف کہا جاتا کہ نہ مسیح اورنہ مصلوب ہوئے تاکہ سب جھگڑے چک جاتے ۔ پس جب نصاریٰ کو مخاطب نہیں کیا نہ ان کے اعتقاد سے تعرض کیا بلکہ مخاطب بنایا یہود کو اورانکے زعم فاسد کا ردکیا توکوئی شک باقی نہ رہا کہ نصاریٰ کے اعتقاد کو بجائے خود رہنے دیا۔

ذرا دیر کے لئے یہودیوں کی طرف سے اور اس آیت کی طرف سے توجہ ہٹائیے اورسوچئے کہ کیسے برجستہ الفاظ میں قرآن نے انجیل شریف کی تصدیق کی اوراس خیال کے ساتھ آیتوں پر نظر ڈالئے انی متوفیك وارفعك الی مطہر من الذین کفر وا۔ اے عیسی میں ضرور تجھ کو وفات دونگا اور اٹھاؤنگا تجھ کو اپنی طرف اور پاک کرونگا تجھ کو ان لوگوں سے جنہوں نے کفرکیا۔ فلما توفیتنی عیسیٰ نے کہا جب تونے اے خدا مجھ کو وفات دی ۔ کون ہے جو کہے کہ ان الفاظ

کے بجنسہ وہی معنی نہیں جو عیسائی انجیل پڑھ کر بتلاتے ہیں کہ حضرت مسیح نے وفات پائی اوروفات پاکر آسمان پر صعود فرمایا۔

جس وقت کوئی عیسائی یا کوئی مسلمان جو قرآن کی تصدیق انجیل پر شبہ نہیں کرتا ان آیتوں کو پڑھتا ہے تو اس کو نہ توفی کے معنوں کو حقیقت سے پھیرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے نہ کسی تاویل بعید کے سہارا ڈھونڈھنے کی۔ توفی کے معنی موت ہے اورسیدنا مسیح کی موت پر انجیل شاہد ہے۔ قرآن نے موت مسیح کی کوئی تفصیل نہیں بیان کی کہ آپ کس موت سے مرے اوربیان کرنے کیا ضرورت تھی جب اس کتاب میں موت کے طریقے کا بشرح وبسط مذکور ہوچکا جس کی اس نے ایسے کھلے الفاظ میں تصدیق کردی ۔ پس وفات مسیح کے اقرار کے ساتھ واقعہ صلیب کا اقرار لازم آتا ہے۔ اوراگریہ اقرار قرآن کو منظور نہ ہوتا تولازم تھاکہ وہ کوئی نیا قصہ وفات مسیح کا سنا کر نصاریٰ کو جھٹلاتا۔

اس سیدھی اورسچی بات کو نہ سمجھنے کے باعث اہل اسلام کیسی کیسی مشکلات میں گرفتار ہوگئے۔ برابر مناء فاسد علیٰ فاسد کرتے رہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔" ابن کثیر نے کہا مفسرین کا اختلاف ہے۔ مراد انی متوفیك وارفعك الی سے کیا ہے۔ قتادہ نے کہا اس میں تقدیم تاخیر ہے اصل عبارت یوں ہے انی رافعك الی متوفيك یعنی پہلے رفع ہے ۔ پھر وفات ۔ ابن عباس نے کہا متوفی کے معنی ممیت ۔ وہب بن منبہ نے کہا وفات دی اللہ نے عیسیٰ کو تین ساعت اول روز میں جس وقت کہ ان کو طرف اپنے اٹھایا۔ ابن اسحاق نے کہا نصاریٰ کا یہ عقیدہ ہے کہ سات ساعت وہ مرے رہے پھر زندہ ہوگئے۔ دوسرا قول وہب کا یہ ہے کہ تین دن مرے رہے پھر مرفوع ہوگئے۔ مطروارق نے کہا مراد دنیا کی وفات ہے نہ وفات موت۔ ابن حریر نے کہا مراد توفی سے رفع ہے۔ اکثر اہل علم کا قول یہ ہے کہ مراد وفات سے اس جگہ خواب ہے۔

جومعنی ہم بیان کرتے ہیں اس میں نہ توفی کے معنی بگاڑنے کی ضرورت نہ وفات کو قیامت تک ملتوی کرنیکی ضرورت اورنہ اس خبط میں پڑنیکی ضرورت کہ اوروں کے

لئے قیامت تواس لئے ہوگی کہ وہ مرچکے وہ بھی زندہ ہوجائیں۔ مگر مسیح قرب قیامت مرنے کے لئے تشریف لائینگے۔ نہ ترتیب الفاظ کو بگاڑنیکی ضرورت پہلے وفات ہوئی وفات کا ذکر کیا۔ اوروفات کی تفصیل نہیں بیان کی کیونکہ امر مسلمہ فریقین کو سرتا پاتسلیم کرلیا۔ پھر رفع وسماوی ہوا اس کا بھی ذکر کردیا۔ رفع عماوی کا بھی طرزطریقہ وتفصیل واقعات نہیں بیان کی کیونکہ اس کی نسبت بھی جولکھا ہوا تھا تسلیم ہوچکا۔

ہم مانتے ہیں کہ یہ مشکل ضرور ہے کہ پھر ماصلبوہ کے معنی کیا؟ وفات تسلیم کی ۔ طریقہ وفات کوئی اوربتلایا نہیں توپھر اس فقرے کے کیا معنی ؟ بس اتنی مشکل ہے اوراس کو حل کرنا چاہئیے ہم لکھ چکے ہیں کہ قرآن کی اس آیت میں یہود کی تکذیب مراد ہے نہ نصاریٰ کی۔ اب ہم بتلاتے ہیں کہ یہود کا اصل دعویٰ کیا تھا جس کےلئے ان کو نفرین کی گئی۔ یہود کا کوئی نیا دعویٰ ہونہیں سکتا تھا جو وہ ہمیشہ سے کرتےآئے ہیں وہی دعویٰ انہوں نے عہد نبوت میں بھی کیا ہوگا۔ وہ دعویٰ کیا تھا؟ ہم کوان کی پرانی کتابوں سے پتہ لگتا ہے اوربجنسہ وہی دعویٰ وہ آج کے دن تک کرتے چلے آئے ہیں۔مسلمانوں کو جو غلط فہمی ہوئی اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ انہوں نے سمجھ رکھاکہ سیدنا مسیح کے صلیب کے مسئلہ میں یہودیوں اورعیسائیوں کاایک ہی دعوی، ہے جویہودی کہتے تھے وہی عیسائی بھی کہتے ہیں۔ اوراگر قرآن نے یہ یہودیوں کا قول رد کیا تو عیسائی کا بھی رد ہوگیا۔

مگرحقیقت الامربالکل دوسری ہے ۔ تصلیب مسیح کے باب میں جو عیسائی کہتےہیں عین اسی کے برخلاف یہود کہتےہیں ۔ عیسائیوں کا قول بموجب انجیل شریف یہ ہے کہ یہودیوں نے ہمارے سیدنا مسیح پر رومی حاکم کے روبروبغاوت کا الزام لگایا۔ چنانچہ حسب قانون وقت رومی عدالت سے آپ پر صلیبی موت کا فتویٰ صادر ہوا اورفرد جرم یہ لگائی گئی کہ آپ نے بہ بغاوت قیصر یہودیوں کا بادشاہ بننا چاہا۔ پس آپ شہر یروشلیم میں مصلوب کئے گئے۔

یہودی کہتے تھے کہ عیسی ناصری نے جادوگری کی اور بنی اسرائیل کو گمراہ کیا اس لئے حسب شریعت موسوی اسرائیلی عدالت کے روبرو آپ پر رجم کا حکم صادر ہوا۔ پہلے آپ مقام لودیعنی لیڈیا میں سنگسار کئے گئے پھر بعد وفات آپ صلیب پر لٹکا دئیے گئے اوراس اخیر قول سے ان کی مراد اپنی خباثت کا اظہار تھا اوربڑے فخر سے کہتے تھے ۔کتاب استشنا ۲۱: ۲۲تا ۲۳ کے احکام سیدنا مسیح کی موت و صلیب پر صادق آئے جہاں لکھا ہے کہ" اگر کوئی شخص ایسے گناہ کا مرتکب ہو جو مستوجب سِزائے موت ہے اوروہ قتل کیا جائے اورتو اس کو درخت پر لٹکادے۔۔۔ جو لٹکایا گیا وہ خداکا لعنتی ہے"۔ دیکھو ہرفورڈ صاحب کی کتاب طالمود اورمدراش صفحہ ۸۰ تا۸۶۔

پس ظاہر ہے کہ معاصرین یہود آنحضرت کے سامنے بھی اپنے اسی دیرینہ جھوٹے فخر سے کہا کرتے تھے کہ اجی تمہارے رسول اللہ عیسی بن مریم کو ہم ہی ہیں جنہوں نے قتل کیا۔ ہم نے اس کو جادوگری کےناپاک جرم میں مارا۔ پہلے ہم نے شریعت موسوی کے موافق اس کو سنگارکیاپھر (نعوذ با اللہ) لعنت کو دائمی کرنے کےلئے اسے کاٹھ پر لٹکادیا۔ اب اگر توریت حق ہے تو اس کا یہ فتویٰ اس وقت تک اس پر نافذ ہے۔

اس کے جواب میں بہت نفرت کے ساتھ قرآن نے یہ کہہ کر کہ" انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا اورانہوں نے اس کو صلیب نہیں دیا"۔ گویا یہ فرمایا کہ وہ کافرہیں۔ دشمن خدا اور دشمن رسول۔ وہ تو خود رومی بت پرستوں کے غلام تھے ان کے ہاتھ میں اختیار ہی نہیں تھا۔ انہوں نے ہرگز ہرگز نہ اس کو سنگسار کیا نہ اس کو صلیب دی۔ کوئی موت جو رومی قانون کے تحت واقع ہو اس پر توریتی لعنت کا حکم نہیں ہوسکتا ۔ یہود خود لعنتی ہیں۔ طوق لعنت ان کے اپنے گلے میں پڑا ہوا ہے جو خدا کے برگزیدہ معصوم نبی کو قتل کرانے کی خاطر ایک بت پرست سے ہاتھ جوڑکر بھیک مانگنے گئے۔ پھرکیسی ان کی کوششیں خاک میں مل گئیں۔ جوایذائیں مسیح کو پہنچیں وہ ان کے علو مراتب کا باعث ہوئیں۔ موت ان کی زندگی ہوئی ۔ قبر ان کی فتح ۔ جرم کی معصیت اورلعنت کےسوا یہود کے ہاتھ کچھ نہ لگا۔ ان کی ساری

تدبیریں الٹی پڑگئیں۔ دیکھو خدا کیسا زبردست اورحکمت والا ہے۔ مسیح کا مارنے والا خدا تھا نہ یہودی۔ اس کو تواس نےآسمان تک بلند کردیا ۔ ہم پھر تاکیداً کہتے ہیں کہ اس آیت میں اس سے زیادہ کچھ مقصود نہیں تھا کہ یہود کے جھوٹے فخر کو توڑا جائے اوریہ آیت عیسائی خیالات کے ساتھ پوری مطابقت کھاسکتی تھی۔ چنانچہ مولوی محمد احسن صاحب لکھتے ہیں ۔" پس قرآن کے معنی یہ ہوئے کہ مسیح کو یہودیوں نے ہرگز قتل نہیں کیابلکہ آپ نے اپنی جان خود بخود دیدی تھی"۔ قرآن کی آیت ۔ پس جب تونے مجھ کو موت دی اوراے عیسیٰ درحقیقت میں تجھ کو موت دونگا۔ حضرت مسیح کی موت پر صریح دلالت کرتی ہیں چنانچہ ایسا ہی بیان انجیلوں میں آیا ہے۔ اورطلحہ بن علی کی روایت جوابن عباس سے ہے اوروہب کی روایت جو تفسیر معالم میں مذکور ہے اس امر کی شاہد ہیں۔ بعد نزول سورہ نساء جس میں آیت ماصلبوہ وارد ہوئی حضرت حاطب بن بلتعہ (جوبدری صحابہ میں تھے) آنحضرت ﷺ کے قاصد ہوکر مقوقش والی سکندریہ کے پاس جو عیسائی تھا نامہ مبارک آنحضرت ﷺ کا لے گئے۔ مقوقش نے ان سے یہ اعتراض کیاکہ اگر تمہارا صاحب نبی ہے تو اس نے کیوں خدا سے دعا نہ کی کہ اس کو مکہ سے ہجرت نہ کرنا پڑتی۔ اس پر حاطب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت عیسیٰ بھی تو نبی تھے انہوں نے کیوں دعا نہ کی کہ دار پرکھینچے نہ جاتے۔ چنانچہ کتاب استعیاب سے مدارج النبوت میں نقل ہوا ہے۔

نہ صرف حضرت حاطب بن بلعتہ نےمقوقش کے سامنے طریقہ صلیب کوتسلیم کیا تھا۔ بلکہ ایک قول حضرت عمر کا بھی ایسا ہی ہے جس سے ثابت ہوتاہےکہ وہ حضرت مسیح کی موت کے اس طرح قائل تھے جس طرح عیسائی ۔ چنانچہ ملل ونحل کے شروع ہی میں (صفحہ ۹ مصری) لکھاہے کہ قال عمر بن الخطاب من قال ان محمداً مات قتلتہ بیسفی ھذا وانمار رفع الی السماء کمارفع عیسی بن مریم یعنی حضرت عمر نے بعد وفات رسو کہا تھا کہ اگر کوئی کہیگا کہ محمد مرگیا تو میں اس کواپنی تلوار سے قتل کر ڈالونگا۔ وہ تو آسمان کی طرف اٹھالئے گئے جس طرح حضرت عیسی ابن مریم اٹھالئے گئے تھے"۔ اس روایت کو

ابوالفدا نے بھی بیان کیا ہے کہ " مقاضی شہاب الدین ابی الدم اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ بعد وفات پیغمبر خدا پر ہجوم کرکے مجمع ہوا۔ سب لوگ حضرت دیکھتے تھے اور مضطرب اورپریشان ہوکریہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ فوت نہیں ہوئے بلکہ مثل عیسی مسیح کے آسمان پر چلے گئے۔ اوردروازے پر منادی کردی کہ حضرت کو دفن نہ کرنا کیونکہ آپ فوت نہیں ہوئے ۔چنانچہ اسی طرح آپ کا جنازہ رکھا رہا اوردفن نہ کرنے دیا۔" عیسائیوں کا عقیدہ یہی ہے کہ جسم عنصری کو چھوڑکر سیدنا مسیح روح میں بہشت بریں کو تشریف لے گئے اوریہ جسم زمین پر رہا پھر تیسرے روزآپ زندہ ہوکر اپنے حواریوں سے جسم میں ملے۔شمائل ترمذی میں ہے کہ قبض رسول اللہ ﷺ یوم الاثنین فمکث ذالک یوم دلیلتہ الثلثا ویوم الثلثا ودفن من اللیل ۔یعنی رسول اللہ ﷺ دوشنبہ کو فوت ہوئے اس روز رکھے رہے اورپھر منگل کی رات اورمنگل کے دن کواوررات کو دفن ہوئے۔

اب اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ سیدنا مسیح کی وفات جمعہ کے دن ہوئے بعد اس کے ہفتہ کی رات بھر اور ہفتہ کا دن اوراتوار کی رات آپ رکھے رہے اتوار کی صبح آپ زندہ ہوگئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے صحابہ کوبھی امید تھی کہ جس طرح حضرت مسیح بعد وفات زندہ ہوکرآسمان پر تشریف لے گئے اسی طرح آنحضرت ﷺ بھی زندہ ہوکر آسمان پرتشریف لے جائینگے ۔ مگرجب وہ مدت منقضی ہوگوی اورایسے آثار پیدا ہوگئے کہ لوگوں کو یقین ہوگیا کہ آپ دوبارہ زندہ نہ ہونگے تب آپ کو دفن کردیا ۔ ابوالفدا لکھتے ہیں "۔ روایت صحیح یہی ہے کہ چوتھے روزمدفون ہوئے "۔ پس ظاہر ہے کہ صحابہ کا خیال کسی طرح عیسائیوں کے مخالف نہ تھا جو وہ سیدنا مسیح کی نسبت رکھتے تھے۔ جوکچھ حاطب نے کہا وہ بھی اسی پر دال ہے اورجوکچھ حضرت عمریا دیگرصحابہ نے کہا وہ بھی۔

مولوی محمد احسن صاحب نے فرمایا " حضرت مسیح نے اپنی جان خود بخود دیدی تھی "۔ یہ بالکل انجیل شریف کے بیان سے مطابق ہے۔ سیدنا مسیح نے فرمایا تھا"۔ میں اپنی جان دیتاہوں تاکہ اسے پھر لوں ۔ کوئی اس کو مجھ سے نہیں لے سکتا بلکہ میں آپ اسے دیتا ہوں مجھے اس کے دینے

کا اختیار ہے اوراس کے پھیر لینے کا اختیار ہے۔ یہ حکم میں نے اپنے باپ سے پایا" یوحنا ۱۰: ۱۷تا ۱۸، اورجب پلاطوس نے آپ سے کہا۔" کیا تونہیں جانتاکہ کہ مجھے اختیار ہے چاہوں توتجھے صلیب دوں چاہوں توتجھے چھوڑردوں۔" تو سیدنا وآقا مسیح نے فوراً اس کو جواب دیا کہ" اگریہ اختیار تجھے اوپر سے نہ دیا جاتا تو مجھ پر تیرا کچھ اختیارنہ ہوتا" یوحنا ۱۹: ۱۰تا ۱۱۔ اسی کے موافق متی ۲۶: ۲۴ میں آپ کا یہ قول ہے " ۔ انسان کابیٹا توجاتاہے جیسا اسکے حق میں لکھاہوا ہے۔ لیکن اس آدمی پر افسوس جس کے وسیلے وہ حوالے کیا جاتاہے "۔

بجنسہ اسی پہلو سے قرآن شریف نے بھی فرمایاکہ یہود غلط کہتے ہیں کہ " ہم نے مسیح عیسیٰ کو قتل کیا"۔ مسیح کی موت خدائے عزوجل کا فعل ہے اورمسیح کواپنی رضا وخوشی۔یہود کے حصے میں صرف جرم کی معصیت وسیہ کاری تھی۔ فتح وثواب شہادت مسیح کا تھا۔

خاتمہ میں ہم ناظرین کو وہی بات یاد دلانا چاہتے ہیں جو ہم تاویل القرآن میں لکھ چکے ہیں یعنی قرآن شریف کی آیات کی ترتیب میں بے ربطی ہے ۔کیونکہ بعض مضامین جمع وترتیب کے وقت گڑبڑ ہوگئے یا ساقط ہوگئے۔ اس لئے ایسا اوقات بعض مقامات کے سمجھنے میں دقت ہوتی ہے اوربعض آیات باہم مخالف معلوم ہوتی ہے ۔ چنانچہ یہی پیچیدگی مضامین کی ترتیب آیات متنازعہ میں ضرورموجود ہے۔ دیکھو فبما لقنہم میثا قہم سے ایک جملہ شروع کیا پھر اس کو بکفرھم کے ساتھ عطف سے جوڑا اورپھرپے درپے جملہ معترضہ بڑھاتے گئے مگر خبرندارد ۔ جس کے باعث مترجمین بیچ وبیچ میں لقمہ دیتے جاتے ہیں۔ محذوقات کواپنے گمان سے پرکرتے جاتےہیں اوربتلاتے ہیں کہ کم سے کم کچھ الفاظ جواس فقرے کے مساوی ہوں" ہم نے ان کو پھٹکارا" بطور خبر مخذوف ہیں۔ پس روشن ہے کہ مضمون قرآن سے اس مقام پرکچھ ایسے الفاظ ٹل گئے یاساقط ہوگئے جن کے باعث عبارت بے ربط ہوگئی اور دوسرے مقامات، سے مخالف معلوم ہوتی ہے۔ اورلوگ کچھ کاکچھ سمجھتے پھرے اوربھٹک گئے۔ اوران کو کہنا پڑا ۔لا یعلم تاویلہ اللہ ۔ مگرکیا قرآن کی کوئی تاویل صحیح ہوسکتی ہے

جو خدا کے پہلے کلام کی ضد میں ہو جس کی تصدیق اس نے
ہزار زبان سے کردی؟